مولانا عبدالقیوم حقانی
فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ

اصلاح انقلاب امت اور نفاذ شریعت کا پہلا مرحلہ
علماء و مصلحین امت اور دینی قوتوں کیلئے ایک چیلنج

- ملکی حالات کا اجمالی جائزہ اور دین اسلام کا نظام عدل و قسط
- دینی قوتوں اور مذہبی طاقتوں کے اتحاد اور ایک انقلابی تنظیم کی ضرورت
- غلبہ اقتدار یا حزب اختلاف کی صورت میں نفاذ شریعت کیلئے بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ
- نفاذ شریعت کا واضح لائحہ عمل اور اس کے انقلابی نتائج
- آج تم جن کے پاؤں چھوتے ہو کل وہ تمہارے جوتوں کو بوسہ دیں گے

موجودہ دور میں جب ہم اپنے گردوپیش کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ انفرادی طور پر جس شریعت کا نام لیا جاتا ہے عملاً اجتماعی طور پر دوسری شریعت نافذ ہوتی ہے۔ نام خدا کا لیتے ہیں کام شیطان کا کرتے ہیں اخلاقی تصورات اور قانونی تصورات میں تفریق کردی گئی ہے۔ مسجد میں ایک خدا کی پرستش کی جاتی ہے مگر سلطنت کی خدائی کسی شخص یا پارلیمنٹ کے حوالے کردی جاتی ہے۔ اب تک معاشرہ اور ملک کے اجتماعی نظام میں جس قدر خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اپنی اجتماعی زندگی میں خود کو خدا کے بندے "اس کے غلام"، اسی کی تقدیر میں جکڑے ہوئے اور اسی کے قوانین تاریخ اور نوامیس نفسیات کا پابند نہیں سمجھا۔ مسلمان کا مقام اس کے سوا کیا ہے؟ کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہدایت پر کاربند ہوں۔ اس کے تعلیمات اور احکام میں خود کو جکڑے رکھیں اور اس کے حدود حلال و حرام کی پابندی کریں دین اسلام اور شریعت اسی کا نام ہے۔ اسلام نے انسانیت کو انفرادی اور اجتماعی شریعت ایک دی ہے۔ مسجد اور پارلیمنٹ کا خدا ایک بنایا ہے۔ اخلاقی اور قانونی ضابطوں کی شاخیں ایک بنیاد سے پھوٹتی ہیں۔

نفاذ شریعت کے نصب العین سے تو مسلمانوں کا تشخص قائم ہے اس سے ان کی زندگی ہے اس کے سوا ان کو زندہ رکھنے والی کوئی دوسری روح نہیں۔ اس مرکزی روح سے اگر مسلمانوں نے انحراف کیا تو ان کی شکل مسخ ہو جائے گی ان کا اعتقادی اور تہذیبی چہرہ بگڑ جائے گا ان کی دینی، روحانی اور سیاسی قوتیں مفلوج ہو جائیں گی —— نفاذ شریعت ان کا

ضرورت قضایا کا حل اور ان کے لئے سرمایۂ اعزاز ہے مگر پھر بھی خود کو مسلمان کہلانے والے اپنے حقیر ذاتی مفاد کی خاطر جب جب اس سے کنی کتراتے اور فرار کی راہ اختیار کرتے ہیں تو انہیں اسلام کا نام لینے سے پہلے یہ کیوں سوچ لینے کا نہ سوجھا — اب جب اسلام کا نام لیا ہے تو بات کو نبھانا اور نظام کو اپنانا ہوگا چاہے اس میں جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

چالیس سال سے حکمرانوں اور سیاسی لیڈروں نے علی الاعلان یا محبت کے عنوان سے پس پردہ فریضہ نفاذِ شریعت سے مسلسل گریز کیا۔ نام شریعت کا لیا، نظریاتی اساس کا ڈھنڈورا پیٹا، اسلامی جمہوریت کا پرچم لہرایا۔ شریعت کے نظام عدل وقسط کے گن گائے۔ مگر یہ سب کچھ اپنے اقتدار کے تحفظ اور اپنے وجود کے استحکام کے لئے صرف نام تک محدود رہا۔ کام سے کسی کو کیا غرض؟

ایسی روش سے لادینیت پسند، مغرب پسند اور مفاد پرستوں کے گروہ کو خوب خوب فائدہ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ شریعت کی اطمینان بخش "اسلامی ہیئت سیاسیہ" کا واضح تصور بھی پروپیگنڈے کے زور سے اور کچھ شریعت والوں کی اپنی روش اور بے اعتنائی سے عام لوگوں کی نظروں میں دھندلا کے رکھ دیا گیا۔ مارشل لاء کی جبری اور غیر جمہوری فضا اس کے لئے مزید راس آئی — اور اب مسلم لیگ نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی — شریعت کے علمبردار بھی ملکہ جمہوریت کے سایۂ عاطفت میں پناہ لینے میں عافیت سمجھنے لگے۔ اور پھر ظلم یہ کہ عورتوں سے کہا جاتا ہے کہ دوپٹے سر پر کر لو شریعت میں بے پردگی ممنوع ہے۔ چادر اور چار دیواری میں تمہاری ناموس کی حفاظت ہے اور دوسری طرف بے پردہ عورتوں کو سٹیج پر لاکر اور ان کی سیاسی عظمت تسلیم کر کے لاکھوں انسانوں کو بدسماعی اور بدنگاہی کا موقع فراہم کر دیا جاتا ہے۔

حیرت اور استعجاب اس پر ہے کہ حکومت سے تو خیر سے جب تک دل کے تارے اور موت کے فرشتے نہ دیکھ لے نفاذِ شریعت کی توقع ہی نہیں رہی۔ مگر مذہبی اور دینی جماعتیں جن کا منشور بھی نفاذِ اسلام کا ہے جب وہ عملاً مغربی لادین سیاست کے بے حساب برائیوں کے مزبلہ پر کھڑے ہیں اور اس پر صرف منشور کی طباعت اور اسلام سے انتساب کی عینک اگر لگا کے دو چار پھول لا کے رکھ بھی دیتے ہیں تو کیا اس سے غلاظت کا ڈھیر اور بدبودار مزبلہ چمن سے بدل جائے گا۔

موجودہ حالات میں اگر واقعۃً نفاذِ شریعت مطلوب ہے اور تمہاری سیاست، تمہاری جماعت، تمہارے منشور اور تمہارے نعرے اس لئے ہیں کہ یہاں شریعت کا نظام عدل وقسط نافذ کر دیا جائے تو اسلام اور شریعت کو بطور نعرہ اپنی ضرورت پورا کرنے اپنے کار سیاست چلانے اور اپنی کرسی مضبوط کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ واقعۃً عملی ماحول معاشرہ اور ملک کے قانون کے طور پر اولاً اپنی انفرادی، اجتماعی، جماعتی اور سیاسی زندگی اور اپنے مساعی کے اہداف میں نافذ کرنا ہوگا تب کاروبار مملکت میں نفاذ کی منزل قریب تر ہو سکے گی۔

اسلام صرف نام رٹنے سے نہیں آئے گا بلکہ اسلامی علوم اور معارف اور اسلام کے اصولِ حکمت کا مختلف احوال پر انطباق کرنا ہوگا۔ مختلف ممالک، مختلف زمانوں، اداروں اور مروجات کو جانچ پرکھ کر ان سے اجزائے حق کا چھانٹنا، ان کی

ترویج اور ان کو اجاگر کرنا ہو گا۔ اور اپنے گرد و پیش کی سوسائٹی میں اجزائے باطل کو ختم کرنا ہو گا۔

اس کے لئے اولاً بنیادی طور پر دین پسند قوتوں اور مذہبی طاقتوں کو نفاذ شریعت کے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا ہو گا۔ پھر نہایت ہی حزم و احتیاط سے اس مجموعہ سے علمی و دینی اور قانونی و سیاسی امور کے ماہرین کی ٹیم منتخب کرنی ہو گی جو مجموعی نظام کو بدلنے اور اس کی بنیادوں کو درست کرنے کے لئے ترجیحات کا ایک جامع منصوبہ بنائے۔ مزاحم قوتوں کی نشاندہی، حکومت کے اندر اہم ناکوں پر بیٹھ کر اسلام کے کام کو ناکام کرنے والوں کا شعور، کسی سیاسی اور اجتماعی اقدام اور اس کے سارے متضمنات پر گہری نظر کرے۔ اس عظیم منصوبہ کے لئے اولاً اپنے حلقوں میں بالخصوص دینی اور مذہبی حلقوں میں، اسلام پسند حلقوں میں تعصب اور گھٹن کی فضا کو ختم کرنا اور آزاد، جمہوری، وسیع الظرفی، عوامی اور عمومی فضا کو برقرار رکھنا ہو گا۔ اس سلسلہ میں عمل کی دنیا میں ایک ٹھوس لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ نفاذ شریعت کے عمل کی مضبوطی کا تمام تر دار و مدار حکومت سمیت نفاذ شریعت کے دعوے داروں اور پرچم نبویؐ کے علمبرداروں کے سر ہے۔

جناب عالی! نظام شریعت صرف شراب جوئے، بدکاری کے امتناع اور چوری قتل شراب خوری اور قذف کے جرائم کے سزاؤں کا نام نہیں بلکہ اس میں اسلام کی انقلابی جماعت کو اپنی جماعتی حیثیت سے اسلامی ریاست کی ہیئت سیاسیہ، نظام شوریٰ، انتخابات، نظام ہیئت، تقسیم اور بجٹ کے مسائل، نظام اراضی، سود اور بنکاری، بیرونی تجارت قرضوں کا معاملہ، خارجہ پالیسی۔ غرض زندگی کے تمام بڑے بڑے مسائل اپنی جماعتی اور اتحادی سطح تک بطور لائحہ عمل کے واضح کرنا ہوں گے۔ نشانِ راہ متعین کرنے ہوں گے۔ اور عوام کو یہ باور کرانا ہو گا کہ واقعۃً تم غلبہ اور اقتدار پر آنے کی صورت میں نفاذ شریعت کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہو۔

اگر یہ صحیح ہے کہ آپ واقعۃً مملکت کو گلشن اسلام اور رصد ابہار جنت ارضی بنانے کے لئے کوشاں ہیں تو پھر تمہیں پہلے مرحلہ میں ذہنی اور اخلاقی، اسلامی اور روحانی تربیتی کیمپ قائم کرنا ہوں گے۔ تمہیں ایک البرز شکن قوت سینکڑوں اور ہزاروں کی نہیں لاکھوں افراد کی صورت میں حاصل کرنی ہو گی۔ جو اپنی ہزار عملی کمزوریوں کے باوجود اپنا رشتۂ وفا اسلام سے استوار رکھے جن کی زندگی کا اولین ہدف اسلام کے اطوار، اسلام کے اصول و اقدار اور قوانین و احکام کا غلبہ ہو۔ پھر اس وسیع قوت میں ایک مضبوط عنصر ایسا بھی ہو جس کی پورے حالات پر فکری گرفت مضبوط ہو۔ جو عالمی قوتوں کی شر انگیزیوں، مخالف اسلام مغربی مفکروں، حکمرانوں، سیاست دانوں کے حرکات سے پوری طرح واقف ہو وہ تحقیقی و علمی و دینی اور تبلیغی حلقوں میں گھسے بے ضمیر قائدین، صحافیوں، ادیبوں کے طول و طویل سلسلہ ہائے تزویر کو پہچانتا ہو اس قوت کو، سپاہ اسلام بنا کر بنیان مرصوص کی حیثیت سے آگے لانا ہو گا۔ اور انہیں اسلامی اور اصلاحی مقاصد کے لئے متحد کر کے ایک ایسی ناقابل شکست چٹان بنانا ہو گا کہ اگر وقت آئے تو وہ لوگ ہتھکڑیوں، لاٹھیوں اور گولیوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جائیں۔
جب آپ کے پاس آپ کی انقلابی جماعت میں واقعۃً ایک انقلابی فورس کے مخلص کارکن مہیا ہو جائیں گے تو

جناب ، پھر صدر ہو یا وزیر اعظم ہو ، اسمبلی کے ممبر ہوں یا بیوروکریسی کے ستون ۔ طوفان خیز صحافی ہوں یا حقائق کو مروڑنے والے دانشور ، وہ کبھی اپنی غلط سکیموں کو آگے نہیں لا سکیں گے وہ مغربی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے اتنی بڑی اور جمہوری قوت سے نہیں ٹکرا سکیں گے ۔ وہ اتنی بڑی قوت سے بچ کر کسی پارلیمنٹ یا چیمبر میں سازشیں کر کے اس کو راز نہیں رکھ سکیں گے ۔ سپاہ اسلام کی اس عظیم قوت کی للکار مغربی جمہوریت کے دیو ہزار پا کو بے دم کر دے گی ۔ تمہیں اس انقلاب اور عظیم انقلاب کے لئے اگر کام کرنا ہے تو پھر اسی قوت میں نہیں اخباری سطح پر لکھنے والوں ، محلہ دار مجالس میں تقریریں کرنے والوں ، شعر و ادب کے چمن طرازوں ، علمی و سیاسی اور قانونی کام کرنے والے مدبروں ، فلسفہ اور نفسیات کے ماہروں کا انتخاب کرنا ہوگا ۔ اور اپنے کارکنوں کے ہاتھوں میں ایمان و یقین ، براہین و دلائل ، فکری اور علمی اور انقلابی اور محکم و مدلل لٹریچر کا اسلحہ دینا ہوگا ۔ جس کی مار اندرون ملک لادین قوتوں ، منافق حکمرانوں اور عیار بیوروکریٹس سے لے کر بیرون ملک ماسکو اور نیویارک تک ہو ۔

عوام میں جہاد کی سپرٹ کو اس طریقے سے حرکت میں لایا جا سکتا ہے کہ پہلے خود نفاذ شریعت کے داعی جماعتوں کو بغیر کسی دغدغے اور تذبذب کے اپنے انفرادی جماعتی اور عملاً سیاسی کاروبار میں شریعت اسلامیہ کے سامنے سر جھکا کر اس کو واحد صحیح اور عادلانہ قانون یقین کر کے پورے فخر اور احساس برتری کے ساتھ نافذ کر دیا جائے ۔ یہ کوئی متنازعہ چیز اور اختلافی قضیہ نہیں ۔ کسی خاص فرد ، جماعت یا گروہ کی برتری اور کسی کو زک دینے کی جذبات کو اٹھا کر باہر پھینک دیجئے ۔ میری یہ گذارشات ایک جائز اور برحق اور معقول تجویز پر مبنی ہیں ۔ معقولیت کی فضا میں اس پر غور کر لیا جائے تو انقلابی نتائج حاصل ہوں گے ۔ کوئی خاص جماعت یا پارٹی میری مخاطب نہیں بغیر کسی امتیاز کے تمام مسلمانوں سے میری یہ گذارشات ہیں آخر ان باتوں میں ہم اکٹھے نہیں ہوں گے تو اور کونسی دعوت یا پروگرام ہمیں جوڑ سکے گا ۔

اگر آپ نے نوجوان قوت کو منظم کر لیا ۔ اسلام پسند طاقتوں کو منظم کر لیا تو نفاذ اسلام کی عملاً ایسی خدمت انجام دی جا سکتی ہے کہ دنیا میں ایک تہلکہ مچ جائے ، مخالف اسلام قوتوں کے عزائم خاک میں مل جائیں ۔ مفاد پرستوں اور سیکولرسٹوں کے نظریات کا تار و پود بکھر جائے ۔ دولت و جاہ کی پرشکوہ قبریں پھٹ جائیں ۔ اور ایک انقلابی صور محشر خیز برپا ہو جائے ۔

امریکہ کی فریب کارانہ پالیسیاں ، بھارت کے ناپاک عزائم ، اسرائیل کی اندوہناک تاراجی ، روسیوں کی بربریت اور مسلط قوتوں کی ساری امیدیں اس پر قائم ہیں کہ مسلمان کبھی اپنے ایمان اور نظریے ۔ اپنے دین اور اپنی تہذیب کی بنیاد پر کھڑے نہیں ہو سکتے ۔

اٹھو ! خدا اور رسولؐ کے دین کے لئے جانوں اور مالوں اور عزت و آبرو کی قربانیاں دینے والے بن جاؤ اپنی دماغی اور تخلیقی ، علمی و مطالعاتی صلاحیتیں اسلامی نظام کی ترویج میں کھپا دو ۔ خود کو باضمیر بنا کر زندہ رہنے کا استحقاق پیدا کرو ۔ جماعتی اور سیاسی میدان میں باہمی اعتماد اور اتحاد سے تنظیم اور اپنی جماعت کے اندر فعالیت اور اقدام کی صلاحیت

(باقی صفحہ پر)

ضبط و ترتیب :- مولانا عبدالقیوم حقانی

طلبہ دار العلوم سے
حضرت مولانا شاہ ابرار الحق مدظلہ کا خطاب

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ بمطابق ۱۹ جنوری ۱۹۸۸ء علماء کی ایک جماعت کے ساتھ دار العلوم حقانیہ تشریف لائے۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ سے ملاقات کی اس موقعہ پر نماز ظہر کے بعد دار العلوم کی جامع مسجد میں اساتذہ اور طلبہ کے ایک بھرپور اجتماع سے مختصر خطاب بھی فرمایا۔ احقر نے اسی وقت ضبط کر لیا۔ اب افادۂ عام کے پیش نظر نذر قارئین ہے (ع ق ح)

خطبہ مسنونہ کے بعد، محترم بزرگو! حضرات اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ! اس دفعہ پاکستان میں میری حاضری اپنے ایک برادر نسبتی کی شدید علالت کی وجہ سے ہوئی۔ اب خدا نے ان کو افاقہ بخشا تو میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ابھی چند روز اور ٹھہرنا ہے تو اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے۔ پاکستان کے اہم علمی مراکز، مدارس، وہاں کے اکابر اساتذہ اور طلبہ سے زیارت و ملاقات کی سعادت حاصل کر لی جائے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضری کا پروگرام بنایا۔ جب یہاں آنا ہوا تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ دار العلوم حقانیہ میں حاضری کی سعادت حاصل نہ کی جائے۔ پہلے بھی یہاں میری حاضری ہوئی تھی۔ آج پھر خدا تعالیٰ نے اس کا موقعہ مرحمت فرمایا۔ اور آپ بزرگوں کا حکم بھی ہے کہ کچھ بات بھی ہو جائے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی دین کی بات سنانے کا کہے تو انکار نہیں کرنا چاہئے۔ میری زیادہ تر گذارش تو طلبہ دورۂ حدیث، مشکوٰۃ شریف کے طلبہ سے ہو گی۔ کہ وہ بات کو زیادہ سمجھ سکیں گے دوسرے طلبہ کو بھی اس سے فائدہ ہو گا۔ باقی اکابر موجود ہیں۔ یہ اچھی بات ہے کہ میں بزرگوں کی کتابوں سے جو کچھ نقل کر کے یہاں بیان کروں گا ممکن ہے اس میں غلطی ہو اور بعض اوقات نقل میں غلطی ہو جاتی ہے تو بزرگ بیٹھے ہیں اس میں میرے لئے دو فائدے ہیں